

رانیوں نے جواب دیا، آپ ہمارے آقا ہیں، ہم آپ کے منہ انہیں لگ سکتے، مگر ہمارے بڑے جیسے تھے آپ کے بڑے ہی خوب جانتے ہوں گے۔

یہ جواب راؤ جی کے سینے میں تیر کی طرح لگا کیونکہ یہ رانی سنجو گتا اور پر تھی راج کے سوئبہر کی طرف اشارہ تھا۔ غصہ میں بھرے ہوئے زنان خانہ سے باہر نکل آئے۔ اس وقت کالی کالی گھٹا میں چھائی ہوئی تھیں۔ کچھ کچھ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ راؤ جی کی آنکھوں میں نشہ تھا۔ دل میں غصہ اور ہاتھ میں خخبر باہر نکلتے ہی انہوں نے آواز دی ”کون حاضر ہے؟“ ایشور دواس چارن نے آگے بڑھ کر مجرما اور بولا۔ ”حضور عالی! خیر اندیش حاضر ہے۔“

راو جی: ”ابھی آپ جائے ہیں، مجھے اندر نہیں آئی۔ ذرا کوئی کہانی تو کہو۔ میں یہیں لیٹوں گا۔“ تھنڈی ہوا ہے۔ شاید نہیں آجائے۔“

ایشور دواس: ”جوارشا وہ تو تشریف رکھیے۔“

راو جی بیٹھ گئے اور ایشور دواس کہانی کہنے لگا۔ کہانی کے حق میں اس نے یہ دو ہرہ پڑھا۔

مارواڑی زناری جیسلمیر

توری تو سندھال زاں کرمل بیکانیر

یعنی مارواڑ میں مرد جیسلمیر میں عورتیں سندھ میں گھوڑے اور بیکانیر میں اونٹ اچھے ہوتے ہیں، راؤ جی نے اس دو ہرے کو سن کر فرمایا۔ ”چارن جی! بے شک جیسلمیر کی عورتیں بہت اچھی ہوتی ہیں، پر مجھے تو وہ ذرا بھی راس نہ آئیں۔“

ایشور دواس: ”یہ حضور عالی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ جیسلمیر کی اچھی عورت اومادے تو۔“

راو جی: (بات کاٹ کر) ”اجی وہ تو پھیروں کی رات ہی سے روٹھی بیٹھی ہے۔“

ایشور دواس: حضور گستاخی معاف! آپ نے اسے بھی معمولی عورت سمجھا ہوگا۔ خیر

چلیے بندہ ابھی میل کرائے دیتا ہے۔“

راوی جی نے بھی خیال کیا کہ یہ چہب زبان شخص ہے کیا عجب ہے رانی کو باتوں میں لگا کر ڈھرے پر لے آئے۔ اس کے ساتھ اومادے کے محل کی طرف چلے۔ یکا یک چلتے چلتے رک گئے اور ایشور داس سے بولے۔ ”آپ چلتے ہیں مگر وہ بولیں گی بھی نہیں۔“

ایشور داس: ”حضور میں چارن ہوں۔ چارن چا ہے تو ایک بار مردے کو جگا سکتا ہے، وہ تو پھر بھی جیتی ہے۔“

دروازے پر پہنچ کر ایشور داس نے راوی جی کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اومادے سے کہا جیجا کے میں راوی جی کے پاس سے کچھ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اومادے فوراً پر دے کے پاس آئیں گی۔ ایشور داس نے بڑے ادب سے مجر اعرض کرنے کے بعد کہا۔ ”بائی جی سلام قبول ہو۔“

اومادے نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایشور داس نے پھر کہا۔ ”بائی جی! میرا مجر اقبال ہو۔“ جب اس کا بھی جواب نہ ملا تو راوی جی نے ایشور داس کے کان میں آہستہ سے کہا۔ ”ویکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ نہ بولیں گی۔ مردہ بولے تو بولے مگر ان کا بولنا ناممکن ہے۔“

ایشور داس: ”بائی جی میں بھی آپ ہی کے گھرانے کا ہوں۔“ اسی لیے بائی جی بائی جی کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم دیکھتیں کہ تمہارے خاندان کو کیسا شرم نہ کرتا۔ یہ کوئی انسانیت ہے کہ میں تو مجر اعرض کرتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتیں۔

اومادے نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

ایشور داس نے پھر کہا۔ ”بائی جی آپ نے سنا ہو گا کہ آپ کے بزرگوں میں راول دو دو جی تھے۔ وہ مسلمانوں سے لڑائی میں کام آئے تھے۔ ان کی رانی نے چارن ہو

پانچی سے کہا کہ بابا جی! اگر راول جی کا سرا دو تو میں تھی ہو جاؤں۔ ہو پانچی میدان جنگ میں گئے۔ مگر کئے ہوئے سروں کے ڈھیر میں راول جی کا سر پہنچانا نہ جاتا تھا۔ اس وقت ہو پانچی نے بڑی باریک فتحی کو کام میں لا کر راول جی کی تعریف کرنا شروع کر دی اور اس کو سنتے ہی راول جی کا سر نہ پڑا۔ ہو پانچی اسے پہچان کر رانی کے پاس آیا۔ اس کے متعلق اب تک ایک دوہاشہر ہے

چارن ہونپے سیبو بوصاحب درج سل

بردا منسر ابو لیو، گیتا دوہا کل

یعنی ہونپا چارن نے اپنے آقا دوا جی کی خدمت کی تھی اس لیے دوا جی کا سراپنے وفا کیش خادم کی زبان سے اپنی تعریف سن کر نہ پڑا۔ یہ بات گیتوں اور دوہوں میں مشور ہے۔ سو بائی جی تم بھی اسی راول دوا جی کے گھرانے کی ہو۔ وہ مر کر بولا۔ تم جیتی بھی نہیں بوتیں۔ کیا تمہاری رگوں میں بزرگوں کا خون نہیں دوڑتا۔“

اوما دے: (جو شی میں آ کر) ”بابا جی! میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ دیکھوں تمہاری زبان میں کتنی قدرت ہے۔ کہو کیا کہتے ہو اور کیوں آئے ہو؟“

الیشور داس: تمہاری سوتیں کہتی ہیں کہ وہ اگر چہ نہ سی میں پیدا ہوئیں، خود بھی چاند کی طرح روشن ہیں مگر چہرے پر میل ابھی تک باقی ہے۔ میں یہی پوچھنے آیا ہوں کہ یہ میل کیسا ہے اور کیوں باقی ہے؟

اوما دے: انہی سے کیوں نہ پوچھا؟

الیشور داس: وہ تو کچھ صاف صاف نہیں بتاتیں۔

اوما دے: میں صاف صاف بتاؤں۔

الیشور داس: اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

اوما دے: مجھ میں یہی میل کہ میں چاہتی ہوں، راؤ جی بیوی اور باندی کی پہچان رکھیں۔

ایشور داس: اب ایسا ہی ہو گا، رانی رانی رہے گی اور باندی باندی۔

او ما دے: تم اس کا پکا قول دے سکتے ہو؟

ایشور داس: ہاں ابھی۔

او ما دے: اچھا ہا تھوڑا حاو۔

ایشور داس نے راؤ جی کا ہاتھ پکڑ کر پر وہ میں کر دیا۔ او ما دے نے اسے دیکھا کر کہا
آہ! یہ تو وہی سخت ہاتھ ہے جس نے میرے ٹنگن باندھا تھا۔

ایشور داس: تو دوسرا ہاتھ کہاں سے آوے۔

یہ سن کر او ما دے اندر چلی گئی اور راؤ جی بھی شکستہ خاطر ہو کر اٹھ گئے۔ مگر ایشور
داس وہی نقش قدم کی طرح جمارہ۔ ساری رات بیت گئی۔ دن نکل آیا۔ سورج کی
گرم شعاعیں اس کی پیشانی پر لہرائے گئیں۔ پسینے کے قطرے اس کی پیشانی سے
ڈھلنے لگے مگر اس کا آسن وہیں جمارہ۔ او ما دے ایک تھال میں کھانا پرس کر اس کے
لیے بھیجا۔ مگر اس نے اس کی خاطر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، بلکہ اندر کہا بھیجا۔ ”بائی جی
نے میرا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ مجھے یہاں مرتا ہے۔ کیا بائی جی نے کبھی چارلوں کے
چاندی کرنے کا واقعہ نہیں سن۔ جب چارن کسی جھگڑے میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور
راچپوت ان کی بات نہیں مانتے تو وہ اپنی مر جاؤ اور آبرو قائم رکھنے کے لیے خود کشی کر
لیا کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی او ما دے گھبرائی ہوئی اس کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ
مجھ پر چاند ہی کریں گے؟“

ایشور داس: ضرور کروں گا۔ نہیں تو راؤ جی کون سامنہ وکھاؤں گا۔

او ما دے: ”تو آپ نے مجھ قول کیوں نہیں دیا؟“

ایشور داس: راجہ رانی کے جھگڑے میں، میں کیوں کر ذمہ داری لیتا۔ چج میں پڑے
والے کا مصرف میل کر دینا ہے سو میں راؤ جی کو آپ کے پاس لے ہی آیا تھا۔

او ما دے: انہیں لانے سے کیا فائدہ ہوا؟

ایشور داں: اور تو کوئی فائدہ نہ ہوا، اس میری جان کے لالے پڑے گے۔

او ما دے: خیر! یہ باتیں پھر ہوں گی؟ اس وقت کھانا تو کھائیں۔

ایشور داں: کھانا اب دوسرے جنم میں کھاؤں گا۔

او ما دے: چلی گئی جھوڑی دیر کے بعد بھاری لیلی آئی اور گھبر اہمتوں کے لہجے میں بولی۔ ”

چارج جی آپ کیا غصب کر رہے ہیں۔ باپی جی نے اب تک کچھ نہیں کھایا۔“

ایشور داں: اگر باپی جی چارنوں کی اتنی عزت کرتی ہیں تو ان کی بات کیوں نہیں مانتیں۔

بھاری لیلی: آپ کیا کہتے ہیں؟

ایشور داں: میں یہی کہتا ہوں کہ باپی جی راؤ جی سے یہ کچھ اٹ دو رکر دیں۔ اتنے میں او ما دے نکل آئیں گے۔ جیسے مانو گی منا کیں گے۔ میں نے یہ سب طے کر لیا ہے۔

او ما: بابا جی آپ تمجدار ہو کر ایسی باتیں کیسے منہ سے نکالتے ہیں کیا میرے خاندان کی یہی رہیت ہے۔ اور میری یہی دھرم ہے!! راؤ جی میرے سوانی ہیں۔ میں ان کی کنیز ہوں۔ بھلا میں ان سے کہہ سکتی ہوں۔ کہ آپ ایسا سمجھیے ویسا سمجھیے۔ میں تو روٹھنے پر بھی ان کی طرف سے دل میں ذرہ برابر کم دورت نہیں رکھتی۔ اور وہ بھی جیسی چائیے میری عزت کرتے ہیں۔ میرا غرور میری خودداری انہی کے نبھانے سے نبھ رہی ہے۔ وہ چاہتے تو دم کے دم میں میرا گھمنڈ دو رکر سکتے تھے۔ انہی کی عنایت ہے کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ خودداری ہاتھ سے کھو کر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

ایشور داں: شاباش! باپی جی شاباش! باعصمت عورتوں کے یہی انداز ہیں۔

او ما دے: بابا جی! ابھی سے شاباش نہ سمجھیے۔ جب یہ دھرم آخر دم تک نبھ جائے تو شاطاش کہیے گا۔

ایشور داس: اچھا تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟

او ما دے: کچھ نہیں تم بھو جن کرو تو میں بھی کچھ کھاؤ۔

ایشور داس: تم جاؤ کھانا کھاؤ۔ میں تو تب کھاؤں گا جب تم میرا کہنا مان لوگی۔

اما دے: اچھا کہو کون سی بات کہتے ہو؟

ایشور داس: راؤ جی سے روٹھنا چھوڑ دو۔

اما دے: راؤ جی اگر میری جان مانگیں تو دے سکتی ہوں مگر میرا دل ان سے اب نہ ملے گا۔

ایشور داس: میرے کہنے سے ملا ناپڑے گا۔

تجھوڑی دیر تک او ما دے سوچتی رہی۔ پھر بولی ”میرا جی نہیں چاہتا کہ جو بات ٹھان لوں اسے پھر توڑ دوں۔ یہ میری عادت کے بالکل خلاف ہے۔ مگر آپ کی ضد سے لا چار ہوں۔ خیر! آپ کی بات منظور۔۔۔“

ایشور داس: (خوش ہو کر) بائی جی! تم نے میری لاج رکھ لی۔ یقین مانو راؤ جی تم سے باہر نہیں۔ جو کچھ تم کہو گی وہی کریں گے۔

او ما دے: میں ان سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ انہیں سب باتوں کا اختیار ہے۔ مگر ہاں اگر اپنی عادت کے خلاف پھر کوئی بات دیکھوں گی تو ایک دم ان کے یہاں نہ ٹھہر دیں گی۔

ایشور داس: بہت اچھا یہی ہے۔ کہو تو راؤ جی کو لے آؤں یا اگر تم چلنا قبول کرو تو سکھ پال کا انتظام کروں۔

او ما دے: بھی نہیں رات کو چلوں گی۔ آپ اب کھانا کھائیں۔

ایشور داس: پہلے میں راؤ جی کو مبارکباد دے آؤں۔

ایشور داس خوش خوش راؤ جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور او ما دے نے پھر سے کھانا بناؤ کر اس کے ڈیرے پر بھجوادیا۔

رانی پھر روٹھ گئی

راوی جی مارے خوشی کے جامہ میں پچھوئے نہیں ساتھ معشوق کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے ہیں۔ راج محل سجا یا جا رہا ہے۔ ناچنے گانے والیاں جمع ہو گئیں۔ گانا ہو رہا ہے۔ شراب کا دور چل رہا ہے۔ او ما دے کو بلانے کے لیے لوندی بھیجا رہی ہے۔ مگر ابھی تک رانی کا بناؤ سنگار پورا نہیں ہوا۔ مانگ میں موتی بھرے جا رہے ہیں۔ چوتی گونڈھی جا رہی ہے۔ مشاطا سے حور بنا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا جی ابھی تک راوی جی کی طرف مائل نہیں ہے۔ خود داری الگ دامن کھیج رہی ہے اور دل الگ چل رہا ہے۔ ابھی تک جی پس و پیش میں ہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ طبیعت کسی بات پر نہیں جمٹی کیسے جاؤں۔ کون سامنہ لے کر جاؤں۔ کہیں وہ یہ خیال نہ کرنے لی گیں کہ آخر جھک مار کے آئیں۔ نہیں نہیں میرا جانا مناسب نہیں، مگر قول ہار چکی ہوں۔ نہ جاؤں گی تو جھوٹی ٹھہروں گی۔ وہ اسی پس و پیش میں تھی کہ پھر بداوا آیا۔ او ما دے نے بھاری لیلی سے کہا تو جا کر کہہ دے آتے آتے آویں گی۔ ایسی کیا جلدی ہے؟ بھاری لیلی یعنی کر سہم گئی۔ کاپنچتے ہوئے بولی۔ باñی جی کیا اندر ہیر کرتی ہو۔ مجھے کیوں بھیجنی ہو۔ کیا اور خواصیں نہیں ہیں۔ او ما دے نے کہا کوئی ہرج نہیں۔ یہ جواب دے کر جلدی سے چلی آؤں ہاں ٹھہرنا نہیں۔ تجھے پھر میرے ساتھ چلنا ہو گا۔

لا چار ہو کر بھاری لیلی گئی۔ راوی جی کی نظر جوں ہی اس پر پڑی وہ رانی کو بھول گئے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔ وہ بہت کہتی رہی کہ جو میں کہنے آئی ہوں اسے سنیے اور مجھے جانے دیجیے۔ نہیں تو رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ راوی جی بولے کچھ نہیں ہو گا، تو چھوٹ موت ڈرت ہے۔ بھٹانی نے تجھے میری دل لگی ہی کے لیے بھیجا ہے۔ جب تک وہ نہ آویں تو یہیں رہ۔ پھر چلی جانا۔ راوی جی شراب کے نشہ میں چور ہیں۔ بھاری لیلی سے چھٹے جاتے ہیں اپنی دھن میں نہ اس کی بات سنتے ہیں نہ اسے جانے

دیتے ہیں یہاں تک کہنا پڑنے گا نے والیاں بھی محفل کے رنگ دیکھ کر وہاں سے
کھسک جاتی ہیں۔

تحوڑی دیر کے بعد رانی اور مادے بناؤ سنگار کیے آئیں۔ دیکھا تو راؤ جی بھاریلی کو
لیے بیٹھے ہیں۔ اسی دم اٹھے قدم واپس ہوئیں۔ جی میں کہا اچھا ہوا۔ میں بھی یہی
چاہتی تھی کہ میری خودداری ہاتھ سے نہ جائے۔

اوھر بھاریلی نیجوں ہی رانی کو دیکھا گھبرا کر انھی اور کھڑیکی سے نیچے کو دپڑی۔
وہاں بھاگا نام کا ایک سنتری پہرا پڑھا۔ زیور کی جھنکار سن کر چوکنا ہوا۔ اوپر دیکھا تو
بھاریلی نیچے کو گردھی ہے۔ لپک کر اسے بچالیا اور اس سے پوچھنے لگا تو کون
ہے؟ پرستان کی پری ہے یا اندر کے الھاڑے کی حور۔ بھاریلی نے انگلی بیوں پر رکھ
کر کہا چپ! اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو ابھی مجھے یہاں سے نکال لے چل۔ نہیں تو
ہم تم دونوں مارے جائیں گے۔ بھاگا نے کہا میں راؤ جی کا نوکر ہوں۔ بلا حکم یہاں
سے ہل نہیں سُتا۔ پہرا پورا کروں تب جو کچھ تو کہے گی وہ کروں گا۔ بھاریلی نے گڑ
گڑا کر کہا اس وقت تو مجھے اپنے ڈیرے پر پہنچا دے پھر جیسا ہو گا دیکھا پہچان
گئے۔ جھٹ پٹ راؤ جی کے پاس پہنچے۔ وہ گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے۔ سب کا نشہ
ہر ان ہو گیا۔ ایشور کو دیکھتے ہی بہت اوس ہو کر بولے میرے ہاتھوں کے تو دونوں
ہی طو طے اڑ گئے۔

ایشور داں: ان میں ایک تو اڑ جانے ہی کے مقابل تھا۔ اس کا کیا افسوس۔ بھاگا
سپاہی سے فرمائیے اسے اسی دم جیسلمیر پہچا آوے۔ نہیں تو دوسرا طو طا کبھی آپ کے
ہاتھ نہ آئے گا۔

راو جی: ”اگر آپ یہی مرضی ہے تو بھاگا سے جو چاہے کہ دیجیے۔“ ایشور داں نے
اس وقت جا کر بھاریلی کو ایک سانڈنی پر سوار کر کے بھاگا کی محافظت میں جیسلمیر کی

طرف روانہ کر دیا اور واپس آکر راؤ جی کو اطلاع کی۔

راوُجی: ”اب تو بھٹانی جی ناراض ہوں گی۔“

ایشور داس: ”یہ میں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ آپ ان کا مزاج جانتے ہیں۔“

راوُجی: ”ہاں! اسی خوف سے تو میں ان کے پاس گیا نہیں، آپ جا کر دیکھتے۔ اگر ہو سکتے تو منالا ہیئے۔“

ایشور داس: ”اب ان کا آنا بہت مشکل ہے، پر میں جاتا ہوں۔“

ایشور داس نے جا کر دیکھا، راج محل سونا پڑا ہے، اور رانی برج میں جا بیٹھی ہیں۔

خواصوں نے چاندنی تان کر پردہ کر دیا ہے۔ لوٹدیاں باندیاں پھرے پر ہیں۔ پردہ کے قریب اور دو بیگمات برہنگی تواریں لیے کھڑی ہیں۔

ایشور داس کی جرأت نہ ہوئی کہ نزدیک جائے۔ دورہی سے دیکھ کر لوٹ آیا اور راؤ جی سے سب ماجرا کہہ سنایا۔

راوُجی: (جھنچھلا کر) کیا بھٹانی جی برج میں جا بیٹھیں، یہ کیا حرکت کی؟“

ایشور داس: ”شاید اس برج کے بھاگ جانے والے تھے۔ آج وہاں وہ رونق ہے جو کبھی پر تھی راج چوہاں کے تخت کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ چاندنی کا پردہ پڑا ہے۔ بنگلی تواروں کا پھرہ ہے۔ میری تو وہاں جانے کی ہمت نہ پڑی۔ اور کیا عرض کروں۔“

راوُجی: (استغماً سے) کیا واقعی بنگلی تواروں کا پھرہ ہے؟“

ایشور داس: ”جی ہاں مہاراج! یقین نہ ہو تو خود چل کر ملاحظہ فرمائیجی۔“

راوُجی: ”تب تو ان کا ماننا باکل ناممکن ہے۔“

ایشور داس۔ ”حضور صحیح فرماتے ہیں، رانی نے مجھے سے پہاہی یہ شرط کروائی تھی۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ ایسے نازک معاملہ میں ان کے مزاج کے خلاف کیا۔ جب ایک مرتبہ ایسی حرکت کا ناگوار تحریر ہے آپ کو ہو چکا تھا تو دوسرا مرتبہ ضرور

ہوشیار ہونا چاہیئے تھا۔ رانی کی جانب سے ان کے دل میں خندند موجو دھنا اور محض آپ کی آزمائش کے لیے انہوں نے بھاری لیلی کو بھیجا تھا۔

راوی جی: ”ہونہا رنہیں ملتی۔ میں بھی بہت پچھتا تا ہوں۔ پہلی بار بھی بھاری لیلی کی بدولت بگاڑ ہوا تھا۔“

المیشور داہس: ”خیر وہ تو کسی طرح سے دو رہوتی، بلا اٹلی۔“

راوی جی: ”اس کا بھی مجھے افسوس رہے گا۔ اس بے چاری کی کوئی خطانہ تھی۔“

المیشور داہس: ”(قطع کلام کر کے) ابھی تو بھٹانی جی دو چاروں تک محل آتی نہیں۔ ان کے لیے کیا انتظام کیا جائے؟“

راوی جی: میں تو کل چلا جاؤں گا۔ مجھے بیکانیر پر چڑھاتی کرنی ہے۔ یہاں کا کچھ انتظام مناسب تھا پہلے ہی روکر دیا گیا ہے۔ ہمایوں باشاہ کے آنے کی خبر تھی وہ بھی نہیں آیا۔ پھر بیکار وقت کیوں ضائع کروں۔ تم یہاں رہو اور اس برج کے پاس قنا تمیں کھڑی کرو اکے پہرہ چوکی کا پورا پورا بندو بست کرو۔ جب بائی کامزاج ذرا دھیما ہو تو سمجھا بجھا کر جو دھپور لے آتا میں قلعہ دار سے کہہ دوں گا۔“

راوی جی یہ کہہ کر دوسرے دن اتمیر سے روانہ ہو گئے۔ دیوان نے ان کے حکم سے رامسر پر گئے رانی او مادے کی جا گیر میں لکھ کر پہن کے پاس بھیج دیا۔ اب اتمیر میں رانی کی عملداری ہے۔ قلعہ دار اس کی ڈیورٹھی پر پہرہ قناعت کا انتظام کر کے روز شام سوریہ سے سام کو حاضر ہوتا ہے۔ اتمیر کا فوجدار روز رانی کی ڈیورٹھی پر مجرے کے لیے آتا ہے۔ اور اسی کی صلاح اور حکم سے اپنا کام انجام دیتا ہے۔ او مادے کا نام اب روٹھی رانی مشہور ہو گیا ہے، وہ برج بھی اب روٹھی رانی کا برج کہانا نے اگا ہے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

جو دھپور پہنچ کر راوی مالدیو نے سنائے بنگال میں ہمایوں اور شیرشاہ سے لڑائی چھڑ گئی اور ولی، آگرہ خالی پڑا ہے۔ پس اس وقت انہوں نے بیکار نیر کا خیال ترک کر دیا

اور پورب کی طرف لوٹ پڑے اور ہندوں بیانا تک فتح کرتے چلے گئے وہاں سے
لوٹ کر 1592ء میں بیکانیر بھی جیت لیا۔

اس اثناء میں شیر شاہ ہمایوں کو سنبھل میں بھگا کر آگرہ پہنچا۔ اس کے آتے ہی وہ
سب راجہ، رئیس، نٹھا کر جن کے علاقے مالدیو نے دبائیے تھے، بیکانیر کی سرپرستی
میں شیر شاہ کے دربار میں فریاد کے لیے حاضر ہوئے اور اسے راؤ پر حملہ کرنے کے
لیے آمادہ کرنے لگے۔ مالدیو بھی بے خبر نہ تھا۔ اسی ہزار سوار شیر شاہ کے مقابلے کے
لیے فرماں کئے اور ایشور داس کو لکھا کہ آپ روٹھی رانی کو لے کو چلے آئیں اور اتمیر کے
قاعدہ میں جنگی بندوں بست کراؤ بیجیے۔ روٹھی رانی مروں گی۔ راؤ جی کو لکھ دو۔ یہ قاعدہ
میرے بھروسے پر چھوڑ دیں۔ اور باقی سلطنت کی محافظت کا انتظام کریں۔

راو جی نے جواب دیا کہ اتمیر میں شیر شاہ لڑیں گے۔ وہاں رانی کا رہنا مناسب
نہیں اگر انھیں ایسی ہی راجپوتی کے جو ہر دکھانے کی خواہش ہے تو جو وہ پور کا قاعدہ
حاضر ہے۔ ہم اسے بالکل انہیں کے بھروسہ پر چھوڑ دیں گے۔ ان کو بہت جلد لاو۔
ایشور داس نے تب رانی سے کہا۔ ”بائی جی! مہاراج کو آپ کی بات منتظر ہے مگر
اتمیر کے بد لے جو وہ پور کا قاعدہ آپ کو سونپا جائے گا۔ آپ وہاں تشریف لے
چلیے۔ وہ اپنا گھر ہے اتمیر تو پرانی جائیداد ہے۔ چھوڑے ہی دنوں سے ہمراے قبضے
میں آیا ہے۔ رانی نے کہا بہت خوب۔ جو راؤ کی مرضی ہو۔ اتمیر نہ کہی جو وہ پور
کہی۔ سواری کا انتظام کرو۔ اگر یہ موقع نہ آ جاتا تو میں یہاں سے ہرگز نہ جاتی۔“

سو تیاہ ڈاہ

ایشور داس نے اتمیر کے حاکم اور قاعدہ دار سے جنگی تیاریوں کا انتظام کرنے کے
لیے کہا۔ اسی شناہ میں جو وہ پور سے سروپ دلی اور دیگر رانیوں نے اس کے پاس
ایک بڑی رشوٹ بھیجی اور استدعا کی کہ جس طرح ممکن ہواں بالا کو وہیں رہنے دو۔ وہ
کسی طرح جو وہ پور نہ آنے پائے۔ اتمیر سے چلتے وقت ہم نے آپ سے یہی بات

کہی تھی۔ اور اب تک آپ نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ اب بھی وہ تھاہرے ہی روکے رکھ لسکتی ہے۔ دوسرا سے کوئی نہیں روک سستا۔ آپ راؤ جی کو سمجھائیے کہ ایسا ہر گز نہ کریں، ہم اس عنایت کے لیے آپ کے بھے احسان مند ہوں گے چارن جی رشوٹ پا کر ننانوے کے پھیر میں پڑ گئے۔ کہاں تو روز تیاری کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ کہاں اب ڈھیلے پڑ گئے اور تیاری میں بھی تو قف ہونے لگا۔

ایک اور نیا گل کھلا۔ ہمایوں نے جو شیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ بھاگ گیا تھا، جب سننا کہ راؤ جی لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں تو ان کے پاس ایک ایلچی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ تھا شیر شاہ سے جنگ آزمائی ہر گز نہ سمجھیے گا۔ میں بھی آپ کا ساتھ دینے کو آرہا ہوں۔ ہم دونوں مل کر اسے شکست دیں گے۔ اس مدد کے عوض میں آپ کو کجرات فتح کر دوں گا۔ راؤ جی نے یہ بات مان لی اور پھر بادشاہ کو لکھا کہ آپ جیسلمیر ہو کر تشریف لائیں گا۔ وہاں والے ہمارے رشتہ دار ہیں۔ وہ آپ کا ضرور ساتھ دیں گے۔ اوہر ایشور داس کوتا کید کی رانی کو لے کر جلد آؤ۔ ہم تمہیں کچھ ضروری کام کے لیے راول جی کے پاس جیسلمیر بھیجیں گے۔ راؤ جی کا منتظر تھا کہ اس طرح ہمایوں کی اعانت کر کے اسے تخت پر بٹھا دیں اور اس کے نام سے سارا ملک اپنے تخت میں لا کیں۔

ایشور داس نے ان اہم فرائض کی بجا آوری میں اپنا زیادہ فائدہ دیکھا۔ جلد حاکم شہر اور قلعہ دار سے سواری کا انتظام کرالیا اور روٹھی رانی کو بڑے کروفر کے ساتھ جو دھپ پور روانہ کر دیا۔ دوسری رانیوں نے جب یہ خبر سنی تو با تھہ پھول گئے کہ اب یہ بدا آپنی نہیں معلوم اس کے پاس کیا جادو ہے کہ راؤ جی اس کی بات نہ پوچھنے پر بھی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ اب اسے قلعہ سونپ کر آپ لڑنے جائیں گے۔ خوب! عورت کیا ہے جادو کی پڑیا ہے۔ بھا جب قلعہ اس کے اشارے پر چلے گا تو ہماری زندگی دو بھر ہو جائے گی۔ ہم سے اس کی حکومت برداشت نہ ہوگی۔ اس

میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے کہ قاعده اس کو سونپا جاتا ہے۔ وہ جادوگرنی نے سائٹھ کوں سے وہ منتر مارا کہ جس کا اتار نہیں۔ ظالم دنباڑا، ایشور داس بھی اپنی طرف آکر پھر اوہر ہو گیا۔

ایک خواص نے رانی کی یہ گفتگو سن کر کہا کہ ایشور داس پھوٹ گیا تو کیا ہوا۔ اس کا پچھا آساجی تو نہیں موجود ہے۔ اس سے کام لبھیے۔ وہ ایشور داس سے بہت زیادہ ہو شیار ہے۔ رانیوں کو یہ صلاح پسند نہ آتی۔ جہانی رانی نے اسی خواص کو آساجی کے پاس بھیجا اور کہا یا کہ تمہارا بحقیقاً ہاں بیٹھے بیٹھے بڑی بے انسانی کر رہا ہے۔ نہیں تو اب آپ کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ ہی ہمارا کام کر سکتے ہیں۔ کسی طرح اس بلا کو روکیے ورنہ ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ آسانی کہا وہ تا خلف میرے کہنے میں نہیں ہے اور جو کچھ حکم ہوا اسے بجا لاؤ۔

جہانی رانی：“بھٹانی یہاں ہرگز نہ آنے پائے۔”

آساجی：“بہت اچھا۔ ایسا ہی ہو گا۔ نہ آنے پائیں گی۔”

جہانی رانی：“کیسے نہ کہیں گی۔ وہ تو چل دی ہیں۔ کل پرسوں تک آپنچھیں گی۔”

آساجی：“آپ خاطر جمع رکھے میں راستے میں روک دوں گا۔”

رانیوں نے زرد مال سے آساجی کو مالا مال کر دیا اور کہا کہ اگر آپ ہمارا کام کر دیں گے تو ہیرے جواہر سے آپ کا گھر بھر دیا جائے گا۔ آساجی نے راؤ جی سے یہ بہانہ کیا کہ ایک ضروری کام سے گھر جا رہا ہوں اور اجازت پاتے ہی اتھیر کی طرف چلا جاؤں گا۔ جب جو وہ پور سے پندرہ کوں سانہ گاؤں کے قریب پہنچا تو اسے دور سے ہاتھ کا نشان دکھائی دیا اور نقارے کی صدا کان میں آتی۔ سمجھ گیا کہ روٹھی رانی کی اصد اکان میں آری ہے۔ سواری کا دور تک تانتا لگا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اونٹوں کا نوبت خانہ تھا۔ اس کے پیچھے گھوڑوں پر نقارہ نج رہا تھا۔ ذرا اور پیچھے بجے ہوئے جنگجو اونٹ اور پھر چیلوں کا جھنڈا ہوا میں اہر اتا دکھا دیا۔ جھنڈے

کے پیچھے جنگ جو دا اور راٹھوروں کا ایک رسالہ تھا۔ پھر ایک بندو چیزوں کی قطار۔ ان کے عقب میں تیرانداز اور اس کے بعد ڈھال تلواروں لے راجپوت تھے۔ ذرا اور پیچھے ہٹ کر کوئی ہاتھی اور گھوڑے سونے چاندی میں غرض زردی وزفت کے سامان کے لیس خوش خرامی کرتے چلتے تھے۔ ان کے بعد نقیب اور چوبدار سونے چاندی کے عصار لیے راستہ صاف کرتے چلتے تھے۔ چاروں ایشور داس جی بھی پانچو ہتھیار لگائے، اوپنجی بنے، ایک سگ خرام رہوار پر اکڑے بیٹھے تھے۔ جیوں ہی ان کی نظر اپنے چچا آسا جی پر پڑی۔ گھوڑے سے اتر کر مجرما کیا اور پوچھا آپ یہاں کہاں؟ آسا جی بولے باپی جی کی پیشوائی کرنے آیا ہوں۔ دونوں وہی کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے جاؤں بڑھتا چلا گیا۔ انہیں کے جھرمٹ میں رانی اومادے کا سنہرہ سکھیاں تھا۔ اس پر زری کا گہر اگلابی پر وہ پڑا تھا جا بجا بیش بہا جواہرات اور رنگینے جڑے ہوئیت تھے جن پر نگاہ نہیں ٹھہر تی تھی۔ کہا را طلس و کخواب کے لباس پہنے ہوئے تھے اس مفرق سکھیاں کے پیچھے نگلی تلواروں کا پھرہ تھا پھر کئی زنانی سواریاں پا لکیوں، پینسوں اور رہوں میں تھیں ان کے پیچے راٹھوروں کا ایک رسالہ اور رسالہ کے پیچھے فرش خانہ تو شد خانہ رسد خانہ اور دیگر لوازمات سپاہ کی اوفٹ گاڑیاں تھیں۔ آسا جی کے ہمراہی کہتے تھے کہ دیکھیں آسا جی کیسے اس دھوم دھڑ کے سے چلتی ہوئی شاہانہ سواری کو روک دیں گے جس کے آگے کوئی چوں نہیں سنتا۔ اتنے میں رونگی رانی کا سکھپاں آسا جی کے برابر آپنچا۔ اس نے بڑے ادب سے چوبدار کو آواز دی اور کہا کہ باپی جی سے عرض کرو کہ آسا چارن مجرما کرتا ہے اور پچھلے عرض بھی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ دو ہاپڑے حا۔

مان رکھ تو پیون تج پیور رکھ تج ماں
دو می ہاتھی باندھنے ایک رکھ موٹھان

یعنی اگر خود داری نبھانا چاہتی ہو تو شوہر کو ترک کرو اور شوہر کے خطر چاہتی ہو تو

خودداری چھوڑو کیوں کہ ایک ہی تھان میں دو ہاتھی نہیں باندھی جاسکتے۔

یہ دو ہائستنے ہی روٹھی رانی کا جوش پھر تازہ ہو گیا اور دل قابو میں نہ رہا۔ فی الفور حکم دیا کہ ابھی سواری لوئے۔ جو ایک قدم بھی آگے رکھے گروں زدنی سمجھا جائے گا۔ سب لوگ حیرت میں آگئے کہ یہ کیا ہوا۔ یک ایک یہ کایا پٹ کیوں کر ہوئی؟ ایشور واس نے بہت زور مارا۔ ہاتھ جوڑے پیروں پر اساری اسافی خرچ کر ڈالی۔ مگر آساجی کے جادو بھرے لفظوں کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ سردار سپہ سالار ہر چند آرزو منت کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔ اسی کو سانہ گاؤں میں ڈیرے ڈلوائے۔ آساجی کو ابھی تک دغرنہ تھا کہ کہیں لوگوں کے کہنے سننے سے رانی کا ارادہ پھرنا پٹ جائے پس جوں ہی ڈیرے پڑے گئے وہ درولت پر حاضر ہوا اور مجرما کر کے کہا۔ ”بائی جی! آپ پر ہزار آفیں ہے۔ آپ نے جو ٹھان ٹھانی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔“

رانی: ”بابا جی وہ دو ہائپھر پھر پڑھیے۔ بہت اچھا اور سچا ہے۔ میں اپنی ٹیک کبھی نہیں چھوڑوں گی۔“

آساجی: (دو ہائپھر کر) بائی جی! راجاؤں میں سچا مالی دریوڈھن ہوا۔ اسی کل میں آپ ہیں۔ رانیوں میں آپ کا سا اپنی بات پر قائم رہنے والا کوئی اور نہیں ہے۔

رانی: ”بابا جی دریوڈھن نام کا تو ایک ہی رجہ ہوا ہے۔ پھر ابھاگی اما کے نام کی تو کئی رانیاں ہوئیں ان میں ایک کے نام کا یہ دو ہائمشہر ہے۔

ہار دیوڈھن دو کیو۔ مو کیومان مردم
اما پیونہ چکھیو۔ اڑو لیکھ کرم

یعنی ہار دیا۔ چھپایا۔ عزت کھوئی۔ پھر بھی اما کو شوہر کا سکھ نصیب نہ ہوا۔ اس کی قسمت کی آڑاڑ بڑگئی۔

آساجی: ”بائی جی! وہ تو اس نکھلی تھی اور تم اما بھٹانی ہو دوں کا گھر نا بھی ایک

نہیں۔“

رانی: (روکر) ”بابا جی دو ہے میں صرف اما کہا ہے۔ نکھلی اور بھٹانی کون جانے۔“

آساجی: ”کیوں نہ جانے یہ دوہا اچل داس کا کہا ہوا ہے۔ اما دی سانکھلی اس کی رانی تھی۔ اسے سب جانتے ہیں کیا تم نہیں جانتیں؟“

رانی: ”میرے اور تمہارے جانے سے کیا ہوتا ہے۔ دو ہے میں تو کوئی تشریح نہیں کی میرے اور تمہارے پیچھے کون جانے گا؟“

آساجی: تمہارے پیچھے تک اگر جیتا رہا تو تمہارے نام کو زندہ جاویدہ بن جاؤں گا۔

رانی: ”بڑی خیریت ہوئی کہ آپ آگئے۔ اگر آپ نہ آتے تو نہ جانے کیا ہوتا آپ کے آنینجے کے دم دھاگوں میں آکر میں اپنی مر جادا چھوڑ دیتی تو سوتینیں مجھ پر نہیں اور کہتیں کہ میں اتنا ہی پانی تھا۔!“

اتنے میں چوبدار نے التماس کی کہ ایشور داس حاضر ہے۔ آساجی یہ سنتے ہیں کٹھک گئے۔ ایشور داس نے آکر کہا۔ ”بائی جی! آپ نے یہ کیا تم کیا۔ چلتی سواری را میں ہی تھہرائی۔ راؤ جی آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔ مار رام سنگھ رائے مل اودے سنگھ اور چندر سین وغیرہ آپ کی پیشوائی کے لیے تیار ہیں۔ سارے شہر میں جشن ہو رہا ہے کہ روٹھی رانی تشریف لاتی ہیں اور راؤ جی انہیں قلعہ سونپ کر لڑنے جاتے ہیں۔ بھلا یہاں رک جانے سے لوگ اپنے دل میں کیا سمجھیں گے۔“

رانی: انتظام جو ہو وہ میرے سپرد کریں اور خود شوق سے لڑنے جاویں۔ راجپتوں کے دشمنوں سے لڑنے میں تامل نہ کر جائیے۔

ایشور داس: ”کیا اندھیر کرتی ہو۔ یہاں رہ کر کیا کرو گی۔ راؤ جی نے اپنے پرائے سب سے دشمنی پیدا کر رکھی ہے۔ سارے خاندان میں نفاق پھیلا ہوا ہے۔ بیرم دیو میسٹر تیار اور مارواڑ کے دوسرے ٹھا کر اور جا گیردار جن کی زمین راؤ جی نے چھین

لی ہے۔ شیرشاہ کے پاس فریاد لے کر گئے ہیں۔ ایک طرف سے شیرشاہ اور دوسری طرف سے ہمایوں کے آنے کی خبریں اڑ رہی ہیں ایسی حالت میں تو یہی مناسب ہے کہ آپ جودھ پورچل کر قلعہ کی نگرانی کیجیے۔“

رانی: ”بادشاہ آتے ہیں تو آنے دو۔ مجھے ان کا کیا ڈر پڑا ہے۔ میں نے تو تم سے جو بات اتھیر میں کہی تھی وہی یہاں بھی کہتی ہوں۔ راؤ جی اگر کوئی کام میرے سپرد کریں گے تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے ہی جودھ پور سنبھال لوں گی۔ راؤ جی جہاں چاہیں جائیں۔ اب جودھ پور نہ جاؤں گی۔ ہاں اگر راؤ جی کی مرضی ہو تو راؤ سر میں جارہا ہوں۔“

ایشور داس کہہ سن کر ہار گئے۔ جب کچھ بس نہ تو جودھ پور آ کر راؤ جی سے عرض کی کہ میں تو بائی جی کو یہاں آنے پر راضی کر لیا تھا مگر آسا جی نے بنی بات بگاڑ دی۔ ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔ آپ نے اسے بھیجا کیوں! رانی او ما دے کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ آسا جی نے جانتے ہی مان مر جادو کا ذکر طھیز دیا بس وہ مچل گئیں۔ اور کوسانے میں ڈیرے ڈال دیئے۔ میں نے بہت عرض معروف کی مگر انہوں نے ایک نہ سنی کسی نے پا گل سے پوچھا۔ گاؤں کیوں جلایا۔ اس نے کہا خوب یاددا دیا اب جلاتا ہوں۔“

راؤ جی: ”پھر اب کیا کرنا چاہیے کے بھیجوں؟“

ایشور داس: ”مجھے تو ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو انہیں جا کر منائے۔ اور وہ بھی آسا جی کے ہوتے۔“

راؤ جی: ”آسا جی تو مجھ سے گھر جانے کی رخصت لے گئے تھے۔“

ایشور داس: ”بس اس میں کچھ چال ہوئی۔“

راؤ جی: ”چال کیسی؟“

ایشور داس: ”کوئی خاص بات نہیں کہتے کہتے رک گئے کیوں کہ خود بھی رشوت

ہضم کیے بیٹھے تھے۔“

راو جی: ”تو کچھ سوچو کیا کرنا چاہیے؟“

ایشور داس: ”فی الحال تو آساجی کو حکم مانا چاہیے۔ کہ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔“

اتنے میں ہمایوں سندھ سے مارواڑ میں آیا اور آگرہ سے شیر Shah کے نفیر راو جی کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچ کے ہمایوں کو پکڑنا ہرگز نہ جانے دینا۔ اس کے بدلتے میں کجرات فتح کے تمہیں دیا جائے گا۔ یعنی کہ راو جی و بدھا میں پڑ گئے۔ یہ خبر ہمایوں نے بھی سنی۔ ادھرنے آیا اور پہی اور پلوٹ گیا۔ اس کے ہمراہوں نے مارواڑ میں گاؤں کشتی کی تھی۔ راو جی نے اس شر انگلیزی کا انتقام لینے اور نیز شیر Shah کی نظرؤں میں وفادار بننے کی غرض سے اپنی فوج ہمایوں کے پیچھے روانہ کی مگر وہ فتح کر نکل گیا۔

راجپوتوں کی بہادری

شیر Shah نے جب سنا کہ ہمایوں صاف فتح کر نکل گیا تو اس شک ہوا کہ راو جی کی ضرور اس سے سانحہ گانہ ہے۔ مگر گیا اور فوراً مارواڑ پر چڑھ دوڑا۔ راو جی اب تیر جانے کو تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ اب میزڑتہ کا راستہ چھوڑ کر جیتا ران کے راستہ سے چلے۔ جو وہ پورے فوجدار نے راو جی کے حکم سے کو سانہ میں جا کر رانی اور ماڈی کے جلوس کا انتظام میزڑتہ کے حاکم سے لے لیا۔ میزڑتہ کے حاکم اور آساجی دونوں رخصت ہوتے وقت رانی کے سر کار سے خلعت پائے۔ حاکم میزڑتہ کو کیا۔ آساجی جیسا میر سدھا رے۔ راو جی نے نادرشاہی حکم دے دیا تھا۔ کہ تم آج سے ہماری سلطنت میں نہ رہتا۔

جب راو جی اب تیر پہنچ تو شیر Shah نے سنا کہ ان کے پاس 80 ہزار سوار ہیں۔ سنتے ہی سنائے میں آگیا۔ ہیاڑ چھوٹ گیا۔ آگے قدم نہ اٹھے مگر بیرم جی میزڑتے نے کہا آپ چلیں تو۔ ہی میں راو کو دم کے دم سے بھگائے دیتا ہوں۔ ہندوؤں میں ناچا تی

ونفاق نے ہمیشہ ملک ویران کیے ہیں اور غیروں سے ہمشہ زکیں دلانی ہیں۔ یہ بیرون جی میزرتہ کا سردار اور اس بہادر جمیل کا باپ تھا۔ جس نے چتوڑ کے محاصرہ میں اکبر کو ناکوں پھنے چھوائے تھے اور جس کے نام پر آج تک سارا راجستان ناز کرتا ہے۔ راؤ جی نے اسے میزرتہ سے نکال دیا تھا۔ اسی کا انقام لینے کے لیے وہ شیرشاہ سے جاما تھا۔

شیرشاہ کو بیرون جی کے کہنے کا یقین نہ ہوا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم دھرتا آگے کو چلا۔ مگر جب اب تیر بہت قریب رہ گیا تو اس نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنی ہوشیاری دکھائیں۔ بیرون نے کہا بہت خوب چنانچہ اس نے راؤ مالدیو جی کے سرداروں کے نام فارسی میں اس مضمون کے فرمان لکھے۔

”هم آپ صاحبوں کے متواتر تقاضوں سے مجبور ہو کر بیان تک آپنچے ہیں۔ اب آپ لوگ اپنے عہدو پیاس کے مطابق راؤ جی کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئیں۔ خوش کے لیے فیروزیاں بھیجی جاتی ہیں۔“

بعد ازاں متعدد ڈھالیں منگا کر ایک فرمان ان کی گدی میں رکھ کر سی دینے اور جس ڈھال میں جس سردار کا نام فرمان تھا وہ اسی سردار کے پاس بھیجنے کے لیے بھیجا اور بیچنے والے سے کہہ دیا کہ وہ جس دام میں لیں دے آتا۔ نفعی نقصان کا خیال نہ کرنا۔ پھر کئی فیروزیاں شیرشاہی خزانہ سے لے کر کچھ تو آپ رکھ لیں اور باقی اپنے آدمیوں کے ہاتھ راؤ جی کے اردو بازار میں بجوارستے داموں میں بکواڑا لیں۔ اس طرح راؤ جی کے سرداروں نے لٹاٹی کی ضرورت ڈھالیں سستی مہنگی خریدیں۔

یہ کاروائی کر کے رات کو بیرون جی راؤ مالدیو کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے میزرتہ مجھ سے چھین لیا اور بیکانیر کے راؤ جیستی کو مار ڈالا۔ لہذا اگر شیرشاہ سے مل جائیں تو حق بجانب ہے، پر آپ کے سردار اس سے کیوں ملنے گئے ہیں۔ غالباً انہوں نے خوب رشتہ لی ہے۔“

راوی جی: ”اجی مجھے تو اس کی خبر نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت بھی ہے۔“

بیرم: ”ثبوت کیوں نہیں ہے۔ اپنے سرداروں کی ڈھالیں دیکھئے۔ ان کی گدیوں میں باوشاہ کے فرمان ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں فیروزیاں باوشاہ سے لی گئی ہیں۔ کیا بازار میں نہ کبی ہوں گی؟“

بیرم یہ چل بھڑی چھوڑ کر چلتا بنا۔ پر راؤ جی پھیر میں پڑ گئے۔ آدمی تحقیق کر فیروزیوں کا پتہ چلا یا تو وہ سب رئیسوں کے پاس نہیں۔ ان سے پوچھا تو جواب ملا کہ اپنے ہی آدمی تحقیق گئے ہیں۔

دوسرے دن جب وہ سردار بھرے کو آئے تو راؤ جی نے ان کے پاس نئی نئی ڈھالیں دیکھ کر کہا یہ یہاں سے آئیں۔ جواب ملا کہ یہ پاریوں سے خریدی گئی ہیں۔ راؤ جی نے دیکھنے کہ بہانے سے سب ڈھالیں رکھ لیں۔ دربار برخواست ہو جانے کے بعد انہیں چروا کر دیکھا تو وہی فرمان ملے جن کا ذکر بیرم نے کیا تھا۔ غشی بلوا کر پڑھوایا تو مضمون بھی وہی اکا۔ اب یقین کامل ہو گیا کہ سردار لوگ تجھے ضرور دنادیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ بیرم جی کی چال کام کر گئی۔ مگر اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ چال بذات خود اچھی تھی بلکہ اس کے کہ راؤ جی کو اپنے سرداروں پر پہلے ہی سے کچھ شبہ تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کل سرداروں کی ڈھالوں میں فرمان دیکھ کر فوراً تاثر جاتے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ کیوں کر ممکن ہو ستا تھا کہ سب سردار ڈھالوں ہی میں یہ فرمان چھپاتے۔ کیا انہیں اور کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور پھر سب کے سب نئی ڈھالیں! یہ تکیے راؤ جی کے ذہن میں نہ آئے۔ مار رام سے تو پہلے ہی بدش ہو رہے تھے۔ اب سرداروں پر سے بھی اعتبار جاتا رہا۔ اسی دم حکم دیا کہ فوج یہاں سے کوچ کرے۔

اس حکم نے تمام فوج میں حلبلی مچا دی۔ پر جوش راجپوت اپنے اپنے ارمان نکالنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کوئی تلوار صاف کر رہا تھا۔ کوئی تیر و کمان پر مشق کر رہا تھا۔